

بیدل لائبریری

عسلی گڑھ

(۱۸۷۵ء تا ۱۹۷۷ء)

شرف آباد
نمبر ۲۱۹۵
بیدل لائبریری

یعنی

مسلم یونیورسٹی کی تاسیس اور اس کے
تدریجی ارتقا کا ایک بہت ہی مختصر تذکرہ

(مطبوعہ مشہور آفیسٹ لیتھو پریس میکلورڈر ڈوڈ کراچی)



سید احمد خان غفرانہ

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترمذی

بشکریہ جناب زہیر صاحب بیدل لائبریری کراچی



ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی
بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لائبریری کراچی

"Aligarh was then, as it is now, as it will be in the years to come, a symbol of Muslim strength, and emblem of pride in our past and of faith in the greatness of our future. The Muslim Nation cannot be sufficiently grateful to Aligarh and to its great founder for the part that this great institution has played in the educational and cultural renaissance for our people. In fact the history of the revival of the Muslim Nation after its downfall in the 19th century begins with the Aligarh Movement, and it is to that movement and to Syed Ahmed Khan, its great leader that we owe in a large measure the strength that we possess today."

Extract from the Convocation Address delivered by the Hon'ble Mr. Liaquat Ali Khan at the Muslim University, Aligarh, on February 16, 1947.

عسلی گڑھ

(۱۸۷۵ء تا ۱۹۷۵ء)

شعبہ انعام
نمبر ۲۱۹۵
بیدل لائبریری

یعنی

مسلم یونیورسٹی کی تاسیس اور اس کے
تدریجی ارتقاء کا ایک بہت ہی مختصر تذکرہ

(مطبوعہ مشہور آفیس لیتھو پریس میکانوڈر وڈ کراچی)

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی
بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لائبریری کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

انیسویں صدی کے چھٹے عشرہ میں جب مسلمانوں کی تباہی انتہائی درجے پر پہنچی ہوئی تھی اور کسی کو یہ امید نہ تھی کہ یہ بڑی قوم جس نے صدیوں تک اس ملک پر حکومت کی تھی اب اپنی قومی ہستی بھی قائم رکھ سکے گی۔ لیکن صرف ایک شخص یعنی (سر) سید احمد خاں کے دل میں اُمید کی روشنی نمودار ہوئی اور ان کے ذہن و دماغ میں چند تصورات اور تخیلات پیدا ہوئے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ساری تباہی تعلیم کی عام کمی اور جدید علوم و فنون کی طرف عدم میلان کے باعث ہے۔

۱۸۶۹ء میں انھوں نے انگلستان کا سفر کیا۔ وہاں کے تعلیمی اداروں اور تربیت و شائستگی کو دیکھا اور قومی تعلیم کی ایک اسکیم مرتب کی چرواپس آکر اس کو عملی قالب میں ڈھلنے پر توجہ کی۔
اولین جلد پر ہی چند مخلص رفقاء اور احباب کی اعانت حاصل ہوئی

جن کی امداد سے ایک مجلس بنام کمیٹی خواستگار تعلیم مسلمانان کی تشکیل ہوئی۔ جس کا مقصد ان موانع کو دور کرنے کے طریقوں کی تحقیق کرنا تھا جن کے باعث عامۃ مسلمان جدید تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے اور سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں بہت ہی کم پڑھتے ہیں۔

اس کمیٹی کے غور و بحث کے نتائج میں ایک دارالعلوم کی تجویز پر اتفاق کیا گیا جو صرف سرکاری ملازمت کے لئے بطور ایک اصطلاحی تعلیم و تربیت کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں اخلاق و عادات کی درستی اور مذہب کی ضروری تعلیم و تربیت بھی شامل ہو۔ اس کے ساتھ اس کے اجرا کی تجاویز پیش کی گئیں اور چند مراحل کے بعد طے شدہ امور پر اقدامات کئے گئے۔ ۲۴ مئی ۱۸۸۷ء کو بمقام علی گڑھ بطور نمونہ ایک مدرسہ جاری کیا گیا جس میں مذہبی تعلیم و تربیت کا ایک خاص نصاب تجویز ہوا اور اقامتی نظام میں انگلستان کی مشہور یونیورسٹیوں کی میرج اور آکسفورڈ کے طریقوں کو پیش نظر رکھا گیا۔ جو اسکیم بنائی گئی تھی اس کی بنیادی تجاویز میں ایک دارالعلوم (یونیورسٹی) کی تجویز تھی مگر چند درجہ مشکلات کے باعث سیر درست اس مدرسہ پر قناعت کی گئی۔

یہ مدرسہ ایک نیم پختہ گھانس پھرنس کے بنگلے میں شہر سے کچھ فاصلے پر قائم ہوا اور ایسے ہی دوسرے بنگلے میں اس کے بورڈروں کے لئے کیمبرج کے نمونے پر اقامتی نظام جاری کیا گیا۔ حکومت نے بھی (۱۸۸۷ء) ایک اراضی عنایت کی۔ پہلے سال (۱۸۸۷ء) طلباء داخل ہوئے ان میں جہاں نواب

والی ٹونک کے اعزاء تھے وہاں ایسے غریب و نادار طلباء بھی تھے جن کو امدادی وظائف کی ضرورت تھی، چنانچہ ان وظیفوں کو چند فقہانے مقرر کر دیا۔ تعلیم و تربیت میں مذہبی تعلیم اور اعمال مذہب کی پابندی کو مقدم رکھا گیا۔ اس وقت (۱۸۵۱ء) ہزار سالانہ بجٹ تھا۔ مگر ایک سال کے اندر جس قدر کامیابی ہوئی اس سے حوصلے بلند ہو گئے اور ۱۸۵۱ء ماہ بعد ہی اسکیم کے دوسرے جزو کے تحت ۲۰ جنوری ۱۸۵۲ء کو لارڈ لٹن وائسرائے ہند سے کالج کا سنگ بنیاد نصب کرایا گیا اس موقع پر جو اینڈریس پیش ہوا اس میں مقاصد مشکلات اور کامیابیوں کو بیان کرنے کے بعد انھوں میں اس امید کا اظہار تھا کہ

”جو بیج آج ہم بوتے ہیں اس سے ایک ایسا درخت پیدا ہو جس کی شاخیں اس ملک کے بڑے بڑے درخت کی مانند پھر زمین میں مضبوط جڑ پکڑ لیں اور ان سے نئے نئے قوت دار پودے پیدا ہوں گے اور یہ کالج پھیل کر یونیورسٹی ہو جائیگا۔ جس کے طالب علم اس ملک کے ہر چار طرف آزادانہ تحقیقات اور فراخ حوصلہ بے تعصبی اور عمدہ اخلاق کی بشارت دیتے پھریں گے“

۱۸۵۲ء میں کالج کا کلکتہ یونیورسٹی سے اور پھر الہ آباد یونیورسٹی قائم ہونے کے بعد اس سے الحاق ہوا۔ ۱۸۵۳ء میں پہلی بار طلباء بانی اسکول کے امتحان میں شریک ہوئے۔

۱۸۵۴ء میں ایم۔ اے اور ۱۸۵۵ء میں قانون کے کلاس جاری ہوئے مذہبی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ناظم دینیات کا تقرر کیا گیا اور اقامتی نظام کو اور وسعت دی گئی۔ ۱۸۵۶ء میں کالج کا بجٹ ۵۰ ہزار سالانہ کا تھا۔ پانچ

میں سرسید کا انتقال ہوا چند مشکلات دور ہو جانے کے بعد موجودہ صدی کے شروع ہوتے ہی ترقی کا بھی ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ تعلیم میں سائنس کے شعبوں کا اضافہ ہوا۔ فزکس کیمسٹری اور بیالوجی کی لبارٹریز بنائی گئیں تعلیم لسانیات کے جدید اصول پر عربی کی اعلیٰ تعلیم کا ایک مستقل شعبہ قائم ہوا اور ایک جرمن مستشرق کا تقرر کیا گیا۔ دینیات کی تعلیم میں بھی وسعت دی گئی۔ مقروہ نصاب کے علاوہ قرأت و تجوید اور تفسیر کی تدریس کا اضافہ ہوا۔ کالج لائبریری میں جو بنیاد کالج کے وقت ہی قائم ہوئی تھی، توسیع ہوتی رہی۔ ۱۸۵۹ء میں انگریزی اور علوم مشرقی کی (۱۸۴۱ء) کتابیں تھیں اور ۱۸۵۳ء اردو فارسی کے مخطوطات تھے۔ علمی سوسائٹیاں گئیں کلب اور مختلف قسم کے ورکشاپ ادارے وقت فوقت قائم ہوتے رہے جیسے سڈنس یونین کلب اور کرکٹ کلب نے زبردست شہرت حاصل کی۔ ایک رائڈنگ اسکول بھی قائم ہوا جس کے نمبروں کی نہایت خوشنما وردی بنائی گئی۔

۱۸۵۹ء میں طلباء کی ایک خاص سوسائٹی انجمن الفرض

قائم ہوئی تھی جس کا کام قابل امداد طلباء کی تعلیم کے لئے حصول عطیات تھا۔ دوسرے دور میں اس نے زبردست ترقی کی۔ کئی لاکھ روپیہ وصول کیا اور صد ہا طلباء کی کفیل بن گئی اس کی امداد کو قرض سنہ میں تبدیل کیا گیا چند فیلوشپ بھی قائم ہوئیں اور مغربی یونیورسٹیوں میں امداد تعلیم کی غرض سے آغاخان فارن اسکالرشپ فنڈ جاری ہوا۔

امدادی وظائف کے علاوہ مزید ۱۰۵ اسکالرشپ (۳۱ عربی کے

۱۰ دینیات کے اور ۱۲ سائنس کے لئے) مخصوص تھے۔ متعدد پرائمر اور میڈل تھے اور ان سب کا سرمایہ دستاویزات سرکاری اور ایسی عمارات کالج میں محفوظ تھا جن کا گرایہ ملتا تھا۔

اسٹاف میں ۴۱ ممبر تھے جن میں گیارہ یوروپین یونیورسٹیوں کے سند یافتہ تھے۔ طلبہ کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ جس میں ایران عمان اور بحرین کے طالب علم بھی تھے۔ ان طلبہ کی اخوت و مساوات کی روایات میں اضافہ ہوتا رہا۔ بھوپال پرنس (ہنر ہائس نواب محمد حمید اللہ خاں) کے شاہ بشاہ غریب طلبہ کلاس میں ایک ہی پینچ پر اور کلب اور کرکٹ فیلڈ میں ایک ہی جگہ نظر آئے۔ ہندو طلبہ کی بھی مستقل تعداد رہی، پارسی اور سکھ بھی داخل ہوئے اور ان سب کے ساتھ رواداری و بے تعصبی کا بے نظیر برتاؤ رہا۔

کالج کے ساتھ اسکول بھی تھا جس میں انٹرنش تک تعلیم تھی اور اقامتی نظام بھی تھا کم عمر بچوں کے لئے ایک علیحدہ ہاسٹل ظہور وارڈ تھا۔ ۱۹۳۷ء میں ایک انگلش صاؤس بھی جاری کیا گیا جس میں اسکول کے وہ طلبہ جو امیر خاندانوں کے تھے، انگریزی طریق معاشرت پر رہتے تھے۔ ایک انگلش لیڈری سپرنٹنڈنٹ تھی مگر نہ ہی تعلیم کا نظام دوسرے ہاسٹلوں کی طرح تھا۔

طلبہ کی تعداد تین سو کے قریب تھی اور ان کی سوسائٹیاں اور کلب وغیرہ جدا تھے۔

عمار توں کے زیادہ تر نقشے خود سرسید نے ہی بنائے تھے اور انہی کی نگرانی میں تعمیر کا سلسلہ بھی جاری تھا مسجد جامع مسجد شاہجہانی چلی کے نمونہ پر

بنائی گئی۔ سرسید نے بڑی تلاش و کوشش سے عہد شاہجہانی کے مشہور خطاط یا قوت قسم کے ہاتھ کا ایک کتبہ سورۃ والفجر کا سنگ مرمر پر اور دوسرا کتبہ سورۃ جمعہ کا جو اسی زمانہ کے کسی زبردست خطاط کا ہے حاصل کیا پہلا باہر کی وسطی محراب پر اور دوسرا اندر کی محراب پر ہے پھر دوسرے دور میں مسجد کی تکمیل و زینت کی گئی۔ محرابوں اور چھت پر نہرے نقش و نگار ہیں۔ وسیع صحن اور بلند و شاندار گنبد اور منارے ہیں۔

دور اول میں ہاسٹلوں اور لکچروں کے کمرے یا تو انفرادی عطیات سے تعمیر ہوئے یا چند احباب کے چندوں یا کالج کے تعمیر فنڈ سے۔ یہ سب کمرے محنین کالج یا ان کے بانیوں کے نام سے موسوم ہیں۔

دور ثانی میں رقبہ کا بھی کافی اضافہ ہوا اور بعض فیاض اصحاب نے پورے پورے ہاسٹلوں کا زیر تعمیر عطا کیا جو انھیں کے نام سے موسوم ہوئے

۱۹۱۵ء میں ایک وسیع خوبصورت سوئمٹنگ ہاتھ تعمیر ہوا اور ٹنڈاری سکھانے کے لئے اسی زمانہ میں ایک عمدہ تیراک میر باہی کے نام سے مقرر ہوا۔

کالج کے شفا خانہ کی بھی تعمیر ہوئی جس میں مریضوں کے رہنے کے لئے کمرے بھی بنائے گئے اور ایک اسپینٹ سرجن کا تقرر ہوا۔ یونانی مطب اور طبیب کا بھی انتظام کیا گیا۔ آخر زمانہ ۱۹۳۷ء میں کالج اور اسکول کو ۱۲ ہاسٹل تھے۔ لکچر روم لٹن لائبریری۔ اسٹریجی ہال۔ کرزن ہاسپٹل۔ یوتین ہال۔ سالار منزل۔ کرکٹ پولین۔ سوئمٹنگ ہاتھ غرض بڑی چھوٹی، عمارتیں تھیں آب نوشی اور آب پاشی کے لئے ۳۱ کنویں تھے۔

صدر دروازہ نہایت شاندار بنایا گیا۔ سنگ مرمر پر کالج کا مونوگرام اور عربی نظم اور عبارت منقش ہے۔ ان عمارتوں کے علاوہ احاطہ کالج میں اولڈ ہوائنر لاج اور سلطان جہاں منزل صدر دفتر کا نفرنس کی عمارتیں بھی بہت خوشنما ہیں۔

۱۹۲۰ء کے بجٹ کے مطابق ۳,۱۵,۹۶۲ آمدنی تھی اور ۳,۶۳,۰۳۶ کا خرچ تھا۔ نقد سرمایہ محفوظ ۹,۵۳,۳۲۵ روپیہ تھا۔ سرمایہ اور جہاد میں ایک پریس۔ ایک بک ڈپو ایک اخبار انشٹیٹیوٹ گزٹ بھی تھا ایک ڈپو میں اردو کا بہترین لٹریچر خصوصیت سے ہتھیار ہوتا تھا اور منافع غریب طلباء کی امداد میں صرف ہوتا۔ پریس میں لیتھو اور ٹائپ کی طباعت تھی اور حسن طباعت کے لحاظ سے مشہور تھا۔

صوبہ گورنمنٹ ریاست ہائے حیدر آباد۔ رام پور۔ بھوپال۔ بھاول پور۔ جاوہر۔ خیر پور۔ مالیر کوٹلہ پٹیالہ سالانہ جنگ اسٹیٹ، تعلقہ محمود آباد اور ہنزہ ہانس آغا خاں اسٹیٹ سے سالانہ امدادیں مقرر تھیں۔ وقتاً فوقتاً عطیات بھی حاصل ہوتے رہتے۔ ۱۹۲۶ء میں امیر افغانستان نے بھی گرانٹ مقرر کی ۱۹۱۲ء میں کالج کی مرکزی حیثیت تسلیم کی گئی اور امپیریل گورنمنٹ کے بجٹ سے دو لاکھ روپیہ دیا گیا۔

کالج کا نظم و نسق ۱۸۸۹ء تک ایک مینجنگ کمیٹی کے ذمہ تھا پھر ٹریسٹوں کا قانون وضع ہوا اور آخر تک ٹریسٹز اور ان کی مجلس عاملہ (سینڈ بکسٹ) ذمہ دار رہی۔ مینجنگ کمیٹی کے اور بعدہ ٹریسٹیز کمیٹی کے صدر نواب لطف علی خاں

(چختاری) تھے۔ پھر کچھ مدت تک سید محمود اور عطاء الملک رہے اور ان کے بعد نواب فیاض علی خاں ممتاز الدولہ رئیس پہاڑ ضلع بلند شہر کا آخر تک انتخاب ہوتا رہا۔

اولین سکریٹری سر سید ۱۸۸۵ء تا پانچ ۱۸۹۸ء کے بعد سید محمود تقریباً ایک سال پھر محسن الملک ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۷ء تک نواب قار الملک ۱۹۱۳ء تک نواب محمد اسحاق خاں ۱۹۱۵ء تک اور نواب سید محمد علی نوید ۱۹۲۰ء تک آخری سکریٹری تھے۔ ٹریسٹیز کمیٹی میں ہر صوبہ سے ایک متناسب و معین تعداد تھی۔ ابتداءً ۷۲ بعدہ یہ تعداد ۱۳۴ ہو گئی۔

ایک اعزازی عہدہ ڈریسٹر کا بھی تھا۔ صوبہ کا حکمراں اور ڈائریکٹر باعبار عہدہ اور دیگر اصحاب ٹریسٹیز کے انتخاب سے ڈریسٹر ہوتے تھے۔

مدرسٹنس مٹریوڈریک (سر) تھیوڈر مارین مسٹر آرچرڈ مٹریو ڈاکٹر ضیاء الدین ۱۸۸۷ء تا ۱۹۲۰ء پرنسپل تھے،

جب سے کالج قائم ہوا اس کو کئی طوفانوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا۔ آخری طوفان ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا بڑا مہیب اور سخت تھا۔ مگر نہایت دلیری اور بہمت سے اس کا مقابلہ کیا گیا۔ اور اس کے فرو ہوتے ہی کالج یونیورسٹی کی شکل میں نمودار ہو گیا۔

سر سید نے یونیورسٹی کا خیال کبھی نہیں چھوڑا تھا اور وہ متعدد ایڈریسوں میں جو وائسرائے اور گورنروں کو دئے گئے اس خیال کو تازہ کرتے رہے۔ ان کی رحلت کے بعد اجلاس کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۰۷ء میں باقاعدہ تحریک ہوئی اور نہایت عزم و جوش کے ساتھ منظور کی گئی۔ فنانس فراہم ہونا شروع ہوا پھر دسمبر ۱۹۰۷ء کے اجلاس منعقدہ دہلی میں ہنر رائل سائنس آغا خاں نے اپنے خطبہ صدارت میں اس تجویز کو کامیاب بنانے پر نہایت زور دیا اور آئندہ کالج کی ترقی میں جو قدم اٹھا وہ اسی منزل کی جانب تھا۔ ۱۹۱۰ء میں علی اقدامات کئے گئے۔ حصول سرمایہ اور دستور اساسی کی ترتیب کے لئے کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ ہنر رائل سائنس کی قیادت میں خاص خاص مقامات کے دورے کئے گئے اور ایک سال کے اندر ۲۶ لاکھ روپیہ فراہم ہو گیا جس میں آٹوں سے لاکھوں تک کا عطیہ تھا۔ مگر ایک طرف حکومت کے غیر ہمدردانہ رویہ اور دستور اساسی میں اختلاف اور دوسری طرف طرابلس اور بلقان کے واقعات جنگ عظیم اور خلافت و ترکی مسائل کے سبب سے التوا ہوتا رہا تا آنکہ نومبر ۱۹۱۱ء میں یونیورسٹی بل امپیریل کونسل میں پیش ہو کر یکم دسمبر کو قانون کی صورت میں نفاذ پذیر ہوا۔

اب مسلم یونیورسٹی کا (۱۱) شعبوں سے افتتاح کیا گیا۔ کالج کی تعلیم تربیت کی تمام خصوصیات قائم ہی نہیں بلکہ ترقی پذیر رہیں۔ مذہبی تعلیم کا معیار زیادہ بلند کیا گیا۔ بی۔ بی۔ ایچ اور ایم۔ بی۔ ایچ کے درجات قائم ہوئے

۱۹۲۵ء میں اس ادارہ کی تقریب جو بی منائی گئی جس میں ہر حصہ ملک سے تقریباً سات ہزار مہمانوں نے شرکت کی۔

یونیورسٹی کو بھی چند خطرات کا مقابلہ پیش آیا جن سے ترقی کی رفتار کچھ مست ہو گئی مگر وہ جلد رفع ہو گئے اور بالآخر رفتار ترقی اتنی تیز ہوئی کہ ۱۹۲۷ء تک یونیورسٹی میں نو کالج ہو گئے۔ ان کالجوں میں ایک میٹری کالج بھی تھا جس میں عسکری تربیت و تعلیم کے مختلف شعبے تھے دیگر آرٹ سائنس۔ لا۔ ایجوکیشن۔ طبیبہ۔ ٹیکنیکل انجینئرنگ۔ زمانہ زرعی تھو فوجی ہوائی تربیتی دستوں کی اسکیم بھی جاری ہوئی اور (۱۰۵) ایکڑ کے رقبہ کو طیران گاہ بنایا گیا۔ زمانہ جنگ میں ایک ہزار ایک سو طلبہ نے بری بحری اور فضائی افواج میں ایمرجنسی کمیشن حاصل کیا دو سو کامیاب انجینروں نے فوجی انجینئرنگ سرس میں شرکت کی اسی سلسلہ میں دارمیکینیشن کی تربیت کا بھی ایک ادارہ تھا جس کے پندرہ سو کاریگر فورج کے صنعتی اداروں میں بھرتی ہوئے تمام واحد کالج والی یونیورسٹیوں میں علی گڑھ کے طلبہ نے کھلے مقابلوں میں بھی فنی تعلیم کے لئے سب سے زیادہ وظائف حاصل کئے اور برقی انجینئرنگ میں تو تمام یونیورسٹیوں سے زیادہ ملے علاوہ بریں مرکزی اور صوبائی سول سرورسوں کے مقابلوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ مزید ترقی کی اسکیموں میں کامرس کالج کی اسکیم بنی اور مختلف عطیات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ایک پالیٹیکنک اسکول کے لئے سرمایہ فراہم ہوا۔ اور اس کے لئے ایک موزوں عمارت اور وسیع

رقبہ خرید لیا گیا۔ ایک مکمل میڈیکل کالج کی اسکیم ماہرین فن نے تیار کی اور دو تین سال میں پچاس لاکھ روپیہ نقد خزانہ یونیورسٹی میں جمع ہو گیا۔ ترقی کی جو اسکیمیں مرتب ہوئیں اور جو پروگرام بنایا گیا اس میں جامعہ ازہر کے نمونہ کی ایک ایسی درس گاہ بھی شامل تھی جس میں مختلف فرقوں کے مسلمانوں کی ساتھ ساتھ وہ تعلیم و تربیت ہو جو اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن سے متعلق ہے۔

یونیورسٹی کے تمام اداروں میں تعداد طلبہا برابر ترقی کرتی رہی چنانچہ ۱۹۴۶ء میں یہ تعداد چھ ہزار تک پہنچی جس میں غیر منقسم ہندوستان کے ہر حصے کے علاوہ جنوبی و مشرقی افریقہ ایران، ملائیشیا، چین اور برما کے طالب علم بھی تھے۔ ان میں غیر مسلم طلبہ کی بھی معقول تعداد تھی۔

سائنس اور آرٹ میں ریسرچ کا سلسلہ جاری ہوا سائنٹیفک اور انڈسٹریل ریسرچ کے لئے حکومت نے مالی امدادیں دیں۔ شعبہ حیوانیات کے ریسرچ کے لئے حکومت ہند نے اپنے ہندوستانی اور انگریز افراد کو بھیجا تھا ایک وقت ایسے ساٹھ آدمیوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔

دینیات اور السنہ مشرقی کا ایک مخصوص نصاب جاری کیا گیا علم النفس کے مطالعہ و تحقیقات کے لئے ایک لیباریٹری قائم کی گئی اور اسلامی فلسفہ ایک خاص مضمون قرار دیا گیا۔ جداگانہ کالج قائم کرنے کے خیال سے شعبہ خیرات کا جداگانہ کتب خانہ لیباریٹری اور میوزیم وغیرہ مکمل کیا گیا۔ اس کے متعدد طلبہ کی خدمات جیولوجیکل سروے آف انڈیا کے لئے حاصل کیں۔

حکومت ہند نے متعدد طلبہ اور اساتذہ کے ممبروں کو مختلف شعبہ ہائے علوم میں تحقیقات کے لئے وظائف دئے۔ علمی کانفرنسوں کے انعقاد پر بھی توجہ کی گئی اور کئی یادگار اجلاس منعقد ہوئے۔ متعدد سوسائٹیاں قائم ہو گئیں ان میں سنکرت سوسائٹی بھی ہے جس کے ایک مسلمان طالب علم نے مقابلہ میں انعام حاصل کیا اور اسی شعبہ کے ایک طالب علم نے فرانس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔

ہر شعبہ کے متعلق ایک سمینار لائبریری بھی قائم ہوئی جس میں متعلقہ کتابوں کی معقول تعداد ہے۔ اسپورٹس میں بھی ترقی کا سلسلہ جاری رہا۔ یو۔ ٹی۔ سی نے سالانہ کیمپوں میں بڑی شہرت حاصل کی اور حکومت نے او۔ ٹی۔ سی کے درجہ پر ترقی منظور کی۔

ابنخن الغرض کے علاوہ طلبہ کی امداد کے جدید وسائل مہیا کئے گئے۔ ایک وائس چانسلر فنڈ، گشتی کتب خانہ اور ایک ارزاں ہاسٹل جاری کیا گیا۔ اس امداد کا اوسط ستر اسی ہزار روپیہ سالانہ کے باہر ہو گیا۔

حسب ضرورت متعدد جدید عمارتیں تعمیر ہوئیں اور پھر گزشتہ دس سال میں سامان تعمیر کی مشکلوں کے باوجود یہ سلسلہ تیزی سے جاری رہا۔ غرض سائنس کالج اور متعدد ہاسٹلوں اور کلاس روموں، ورک شاپوں، جمنیئریم طبیہ کالج اور کرکٹ پلین کی تعمیر ہوئی۔ مسجد کا تعلیم اندرونی فرش سنگ مرمر کا کیا گیا۔ ڈریج اور الیکٹریکل سسٹم کی تکمیل ہوئی۔ رقبہ میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ کچھ قیمتیں تاخیر سے اگیا اور کچھ حکومت سے حاصل ہوا حکومت کے عطیہ میں زراعتی فارم اور علی گڑھ کا تاریخی قلعہ مع آراضی ملحقہ بھی شامل تھے۔ اساتذہ کی مغربی تعلیم کا سلسلہ

جاری رہا اور انھوں نے نہایت اعلیٰ کامیابیاں حاصل کیں۔ بعض کی مرکزی حکومت نے بھی خدمات متعارفیں۔ بعض کو اہم کیٹیوں کی رکنیت پر منتخب کیا۔ ۱۹۳۱ء سے قانونی ترمیم کے بعد یونیورسٹی کو علیحدہ علیحدہ کالجوں کے قیام اور ان کے الحاق کا اختیار و حق حاصل ہو گیا اور پھر فیکلٹیز سسٹم کو رائج کیا گیا عورتوں کی تعلیم کے لئے ہر قسم کی اور ہر شعبہ میں تعلیم کی آسانیاں پیدا کی گئیں اور زنانہ کالج کے الحاق نے ایک خاص سہولت پیدا کر دی۔ ۱۹۳۶ء کے اعداد کی رٹو سے انٹر میڈیٹ بی۔ اے۔ ایم۔ اے (آرٹ و سائنس) میں طالبات شریک امتحان کی تعداد ۱۹۰۰ اور کامیاب شدگان کی ۱۵۰ تھی۔ ۱۹۳۵ء میں پانچ طالبات نے ایل۔ ایل بی میں داخلہ لیا جن میں ایک افریقہ کی تھی۔ بروئے قانون یونیورسٹی کا اعلیٰ عہدہ دار (گورنر جنرل) لارڈ ریکٹر ہے جس کے کچھ اختیارات بھی ہیں اور ریکٹر بھی ایک اعزازی عہدہ ہے۔ صوبوں کے گورنر اور چیف کمشنر باعتبار عہدہ ریکٹر ہوتے ہیں ان کے علاوہ کورٹ بھی منتخب کرتا ہے یونیورسٹی کی جماعت حکمران کورٹ ہے جس میں ہر حصہ ملک کے بہ تعداد معین خاص قواعد کی رٹو سے ممبر منتخب ہوتے ہیں۔ امور انتظامی و تعلیمی کے انصرام کے لئے اس کی منتخبہ جماعتیں اگرن کٹو کونسل اور اکاڈمک کونسل ہیں اعلیٰ افسر چانسلر پرو چانسلر وائس چانسلر ہیں۔ ۱۹۳۵ء تک اکاڈمک سائڈ کا افسر پرو وائس چانسلر تھا مگر فیکلٹیز سسٹم کے بعد یہ جگہ حذف کر دی گئی۔ یونیورسٹی کی اولین چانسلر علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم فردوس آریاں مقرر منتخب ہوئیں۔ ان کے بعد ہرنائٹس نواب محمد حمید الدخاں (بھوپال)

کا انتخاب ہوا۔ جناب ممدوح کے متعفی ہونے کے بعد ہرنائٹس نواب نظام دکن منتخب ہوئے۔

پرو چانسلر کے عہدے پر ہرنائٹس آغا خاں اور جناب موصوف کے استعفی کے بعد ۱۹۳۷ء میں ہرنائٹس نواب رضا علی خاں (رام پور) کا انتخاب عمل میں آیا۔

اولین وائس چانسلر بہاراجہ محمد علی محمد خاں (محمود آباد) مقرر ہوئے فروری ۱۹۳۳ء میں انھوں نے استعفا دیا اور پھر سلسلہ وار حسب ذیل انتخابی وائس چانسلر ہوئے۔

- (۱) صاحبزادہ آفتاب احمد خاں یکم جنوری ۱۹۳۳ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء
- (۲) نواب سر محمد مزمل الدخاں جنوری ۱۹۳۷ء تا ۸ فروری ۱۹۳۹ء
- (۳) سر سید راس مسعود ۹ فروری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۳۳ء
- (۴) ڈاکٹر سر ضیاء الدین ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء تا ۲۹ اپریل ۱۹۳۸ء
- (۵) سر شاہ محمد سلیمان ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۳۸ء
- (۶) ڈاکٹر سر ضیاء الدین ۲۴ اپریل ۱۹۳۸ء تا ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء
- (۷) مسٹر زاہد حسین سی۔ آئی۔ ای ۲۵۔ اپریل ۱۹۳۹ء تا ۶ اگست ۱۹۳۹ء
- درمیانی مدت میں نواب سر محمد مزمل الدخاں شہرہ محمد سلیمان نواب محمد اسماعیل خاں نے منصرانہ خدمات بھی انجام دیں۔

پرو وائس چانسلر کے عہدہ پر ڈاکٹر ضیاء الدین پانچ ۱۹۳۱ء تا ۲۴ اپریل ۱۹۳۷ء مسٹر ای۔ پیج ہارن مسٹر ایچ۔ مارٹن۔ مسٹر آر بی رین باٹم

یکے بعد دیگرے ۱۲ ستمبر ۱۹۲۸ء تا ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء پھر کیم مارچ سے سٹراے بی اے حلیم مقرر ہوئے جو ۱۹۳۵ء میں فیکلٹیئر سسٹم رائج ہونے تک اس عہدہ پر رہے یونیورسٹی میں اہم عہدے ٹریژرر ریسٹرار اور لائبریرین کے بھی ہیں۔

دسمبر ۱۹۳۲ء سے ۱۹ اپریل ۱۹۳۵ء تک نواب سید محمد علی خان بہادر شیخ عبداللہ سید زین الدین، نواب محمد اسماعیل خاں یکے بعد دیگرے منتخب ہوئے زراں بعد مولوی عبید الرحمن خاں شروانی ۱۹ اپریل ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۶ء تک مسلسل منتخب ہوتے رہے۔

رجسٹرار سید سجاد حیدر یلدرم ۲۶ مارچ ۱۹۳۱ء تا ۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء خان بہادر مقرر فخر الدین احمد ۳۰ جون ۱۹۳۲ء تک زراں بعد چودہری غفلت المظی زبیری کا مسلسل انتخاب ہوا۔ لائبریرین کے عہدہ پر پروفیسر ہادی حسن اور ان کے بعد مقرر بشیر الدین ایم۔ اے منتخب ہوئے۔ چند سال بعد ہی یونیورسٹی کا تمام نظم و نسق اور تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں اسی ادارے کے فرزندوں کے شانوں پر آگئیں اور انھوں نے اپنی ماورعہ کی ترقی و غفلت میں مخلص و قابلیت کو نمایاں کیا۔

۱۹۳۲ء سے فروری ۱۹۳۵ء تک جوکانو کمیشن ہونے ان میں میں جلسے ایسے تھے جن میں مسلمان انگریز اور ہندو مشاہیر نے کانو کمیشن ایڈیس دئے ۱۹۳۳ء میں آنریری ڈگریوں کا بھی سلسلہ جاری ہوا اور پستین مختلف بیس اصحاب کو ڈگری پیش کی گئی۔

۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۹ء تک کالج کو جو عطیات ملے ان میں کسی ایک فرد کا حصہ ایک مشن تیس ہزار سے زیادہ کا عطیہ نہیں دیا مگر وہ ثنائی میں ایسے عطیات کی مقدار میں اضافہ ہوا اور ۱۹۳۹ء میں پہلی مرتبہ بی کے ایک تاجر سر آدم جی سپر بھائی نے ایک لاکھ روپے ایک مشن عطا کیا۔ پھر یونیورسٹی فنڈ میں بھی اس طرح کے گرانقدر عطیے حاصل ہوئے ۱۹۳۹ء تک کی سرسری میزان (۵۲۹۱۶۳) ہے یونیورسٹی قائم ہونے کے بعد ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۶ء ایک کروڑ سے زیادہ کے عطیہ اس ان عطیات کے علاوہ انجمن انفض و انس چانسلسر قضا اور دیگر ذات میں بھی کئی لاکھ روپے جمع ہوا۔

۱۹۳۹ء میں تعلیم طلبہ لے او لڈ بوائے ایسوسی ایشن قائم کی اور اس کی آمدنی سے کالج کی امداد مقرر کی اور وظائف کا سلسلہ بھی شروع کیا اور اپنی مخصوص عمارت بھی تعمیر کی۔ یونیورسٹی کے دور میں اس کے فنڈ اور مخصوص عطیات سے ایک خوبصورت دو منزلہ ہاسٹل بنایا جس کے کرایہ کی آمدنی او لڈ بوائے کے ناوار بچوں کے وظائف کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ ایسوسی ایشن کی جابجا شاخیں بھی قائم ہوئیں اور تقریباً ہر صوبہ اور ہر شہر میں جہاں قدیم طلبہ کی معقول تعداد ہوتی ہے علی گڑھ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ایک ایسوسی ایشن قائم کر دی جاتی ہے۔

کالج کے محقق اور اوروں میں محذون کانفرنس جو بعد کو آل انڈیا مسلم کونسل کانفرنس کے نام سے موسوم کی گئی ۱۹۳۹ء میں قائم ہوئی۔ ملک کے مختلف مقامات حتیٰ کہ دہلی اور کراچی جیسے دور دراز مقامات پر اس کے سالانہ اجلاس منعقد ہوئے جن میں قوم کی تعلیمی ضرورتوں پر غور و بحث

کی گئی اور حکومت سے تعلیمی حقوق کا تحفظ اور مطالبہ کیا گیا اس نے خود قوم پر
قوی تنظیم کے انتظام اور خود امدادی و خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کیا اور اپنے نقطہ سے
سیکڑوں فریب طلبہ کو وظائف و سائنس و فنیہ و معاشی اسکولوں کو بھی
مالی امدادی اور بہ کثرت تعلیمی لٹریچر شائع کیا۔ اسی کے پلیٹ فارم سے مسلم
یونیورسٹی تحریک اٹھائی گئی اور کامیابی کی منزل پر پہنچی۔ یہ اسی کا طفیل ہے کہ
اجتماعی طور پر جمہور ملک کے قابل اور عہدہ اصحاب کو قومی مسائل پر بحث و
تعمیق کا موقع ملا۔ قوم میں ایک اجتماعی زندگی پیدا ہوئی اور وہ قوم کا ایک
مرکز بن گیا۔

کئی مسلمان رہنماؤں سے سارا ڈگری انٹ مقرر ہوئی اور بھوپال کے
حلیے سے اس کا شاندار و قدرت خیز جوا۔ مسئلہ ملک کا کالج کا سکریٹری کا تقرر
کا سکریٹری بھی ہوتا تھا لیکن مسلم یونیورسٹی کے قیام کے بعد مسئلہ سے وہ ایک
مستقل ادارہ ہو گیا۔

اس ادارے سے عہدہ دہائی مسائل کیسے سمجھوں میں بھی شائقین علم گیں اور ان کے ساتھ جس
بھی مسئلہ سے تعلق ہے بعض بعض مقامات میں نمونہ کیٹیاں بھی نہیں مرکزی دفتروں میں مقام
افراد کو فائدہ خود شیے قائم کے کمال بلکہ جیسا کہ ان کی تحریک صرف خاص ہو رہی تھی
کی ایک گئی تھی یہ تنظیم جدید ہے۔ اس کے مسائل کی تعلیم پر ایک بسوا پرست و قیاسی و فنیہ
غیر ہندوؤں کے نزدیک سہاہت محض ہے۔ اس کو یونیورسٹی کوٹ میں زندگی کا حق بھی ہے۔
مسئلہ میں صورت حال ملک متحدہ اگر وہ اور دھ کے حکمرانوں کے پاس مستحباب
ذہنیت سے اس کے ساتھ مل کر رہی کی ترویج کا ریزولیشن صادر کیا تو



سلمان جہاں منزل



آفتاب عامشلی

اگرچہ اس کا مقابلہ کیا گیا لیکن اردو کی ٹھوس ترقی کھلنے کا نقشہ نے مسئلہ
میں شعبہ ترقی اردو قائم کیا اس شعبہ نے اس وقت ایک مستحکم مضبوط
صورت اختیار کی جبکہ مسئلہ میں اس کی معذرتی علی گڑھ کے ہی ایک نامور
اولڈ برائے مولوی عبدالحق کو تفویض ہوئی تو رفتہ رفتہ اس نے غیر منقسم ہند
میں ایک مشہور و معروف اور مستقل ادارہ کی شکل اختیار کرنی جس کی ایک جداگانہ
تایخ ہے۔

علی گڑھ کی سیاسی تایخ و روایات بھی خاص نوعیت کی ہیں
اور ان کا پس منظر بھی دل چسپ اور وسیع ہے لیکن ان صفحات میں صرف
اسی قدر کہا جاسکتا ہے کہ کالج کے آنریری سکریٹری سر سید کی تنہا
ذات تمام مسلمانان ملک کی محوری سیاست تھی ان کے جانشین نواب
محسن الملک نے بھی اپنے پیشرو کی حیثیت قائم رکھی اور حکمران صوبہ
کے خلاف اردو ہندی کے نزاع میں احتجاجی کارروائیاں کیں اور
بالآخر اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ایک یادگار اور تاریخی وفد مرتب کیا
جس نے ہیرائل ہائمنس آغا خاں کی قیادت میں بمقام شہ مسلم سیاسی
مطالبات کو ایک ایڈریس میں پیش کیا۔ زان بعد ایک مرکزی سیاسی
ایسوسی ایشن کے قیام کے اقدامات کئے گئے اور تعلیمی کا نقش منفقہ ڈھاکہ
دسمبر ۱۹۰۷ء کے موقع پر مسلمانوں کے ایک نمائندہ جلسے سے مسلم لیگ
کے قائم کرنے کا فیصلہ کیا نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک آنریری
سکریٹریاں منتخب ہوئے اور وہ مجاز کئے گئے کہ ترتیب خوابط کر کے

ذخیرہ کتب :- محمد احمد ترازوی

بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لاہوری کراچی

مسلمانوں کے ایک عام جلسہ میں منظوری کے لئے پیش کریں۔

سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ دونوں بزرگ انہی امور کی طرف متوجہ رہے مگر اکتوبر میں اول الذکر کا انتقال ہو گیا، دسمبر میں بمقام کراچی (حال مستقر حکومت پاکستان) تعلیمی کانفرنس کے اجلاس کے ساتھ مسلم لیگ کا جلسہ ہوا اور تمام ضوابط طے ہوئے۔ نواب وقار الملک اسی دوران میں کالج کے سکریٹری بھی منتخب ہو گئے مگر سنہ ۱۹۱۷ء میں انہوں نے کالج کی اہمیت کے لحاظ سے مسلم لیگ کی سکریٹری شپ سے استعفا دے دیا اور ان کی جگہ مولوی عزیز مرزا جو کالج کے دور اول کے بہترین طالب علم تھے اور حکومت نظام کی معذی سے کچھ مدت پہلے سبکدوش ہو کر علی گڑھ میں مقیم تھے لیگ کے سکریٹری منتخب ہوئے پھر سنہ ۱۹۲۲ء تک کم و بیش دو تین سال کے درمیانی زمانہ کو چھوڑ کر کالج کے فرزند ہی لیگ کے سکریٹری ہوتے رہے تا آن کہ آخری سکریٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں تھے، ان طلباء نے لیگ کو متعدد سالانہ اجلاسوں کی صدارت بھی کی اور یہ اجلاس بھی عرصہ تک تعلیمی کانفرنس کے ساتھ ساتھ منعقد ہوتے رہے ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء لیگ پر بڑا مارک زمانہ تھا۔ وہ کانگریس اور خلافت کیسی کا ضمیر بن گئے تھے مگر سنہ ۱۹۲۵ء میں جب مسلم یونیورسٹی کا جشن جو ملی منایا گیا تو تنظیم نے اس سالانہ اجلاس بھی منعقد کیا بڑے بڑے مسلمان سیاستمدار جن میں مشرعی علی جناح (قائد اعظم) بھی تھے شریک ہوئے نہایت اہم تجاویز منظور ہوئیں یونیورسٹی کے عہدہ داروں اسٹاف کے ممبروں اور طالب علموں نے بڑے جوش سے حصہ لیا اور سرزمین پر پھر اس نے اپنی انفرادیت کا ثبوت دیا اور نئے سرے سے قوت حاصل کی۔

سنہ ۱۹۳۷ء تک غیر منظم ہند یو پ اور مالک اسلام کے مشاہیر اہل علم و اہل سیاست علی وفود، تجار، اہل ایمان ملک و بیرون ملک، گورنر اور دیگر اعلیٰ افسران ملکی و فوجی نے کالج اور یونیورسٹی کی وڑٹ کی اکثر اہل علم نے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں لکچر دئے ملکی سیاست بھی اہم موضوع رہا یونین کلب میں مباحث ہوئے، بہت سے ممتاز و مشاہیر اہل علم کے آنریری لائف ممبر بنے سنہ ۱۹۴۷ء میں پرنس آف ویلز اور مختلف میں امیر حبیب خاں بادشاہ افغانستان بھی تشریف لائے پرنس آف ویلز نے ہندوستان سے مراجعت کے بعد گلدالہ لند کی دعوت میں اپنی سیاحت پر جو تقریر کی اس میں خصوصیت سے علی گڑھ کا تذکرہ کیا۔

امیر افغانستان نے جو طلباء کے مذہبی عقائد کی طرف سے بہت برگمان کوئے گئے تھے اپنے انتخاب کے طلباء کا امتحان لیا اور نتیجہ سے بے انتہا متاثر و مطمئن ہوئے۔ اس متاثرہ اطمینان کو ایڈرس کی جوابی تقریر میں ظاہر کرتے ہوئے میس ہزار روپیہ کے عطیہ اور چھ ہزار روپیہ سالانہ مستقل امداد کے مقرر کرنے کا اعلان کیا اور بعد مغرب آنریری سکریٹری کو میس ہزار روپیہ عطیہ اور چھ ہزار روپیہ امداد، یک سالہ پیشگی تفویض کی۔ نیز طلباء کے عقائد کی نسبت ایک تحریری سند دستخط کر کے مرحمت کی،

یوں تو متعدد مرتبہ ترکی وفود اور مشاہیر کالج اور یونیورسٹی میں ہمارے ہوئے لیکن سنہ ۱۹۳۷ء میں (امیر البحر) روف بے کی آمد اس ادارہ کا یادگار واقعہ ہے انہوں نے مرحوم عبدالرحمن نامی طالب علم کے سکونت کی کمرہ نمبر، ممتاز ہاؤس کے دروازہ پر ایک یادگاری کتبہ نصب کیا اور یونیورسٹی کو روف بے اسپونشن چیمین شپ کپ دیا۔

عبدالرحمن جنگ بلقان کے زمانہ میں ترکی گیا تھا، بیش قیمت خدمات کیں اور وہیں انتقال ہوا

۱۹۳۵ء میں نظام دکن نے چانسلر کی حیثیت سے لارڈ لونگڈن ویسٹ
بنر کو آئری ڈگری تفویض کی۔ یونیورسٹی میں یہ رسم بھی نہایت شاندار تھی۔
ہزاروں ہائس آف افساں ۱۹۳۵ء سے متعدد مرتبہ علیگڑہ آئے
اور علیگڑہ تحریکات کو کامیاب بنانے میں ہمیشہ اپنے اخلاقی و
شخصی اثر سے کام لیا اور گرانقدر مالی امدادیں بھی کیں ۱۹۳۵ء
میں ان کی آمد ابر بہاری کی طرح تھی اور گزشتہ وہ سالہ ترقی
بہت کچھ انہی کے مشوروں اور امدادوں کے اثر سے ہوئی۔

اگرچہ تعلیمی ترقی کے ساتھ چرچہ طلباء کو پالیٹکس سے علیحدہ رکھنے
کی زبردست کوشش کی گئی مگر یہ سعی لاعا حاصل تھی اور آخر الامر طالب علم
پالیٹکس کا زبردست عنصر بن گئے ان کی زندگی میں سیاست روز
بروز داخل ہوتی رہی علی گڑہ میں بھی اسی قسم کا رد عمل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی
یونین میں ہونا مابہرین سیاست کا استقبال کیا گیا اور ان کے خیالات
بڑے فوری سے سننے گئے۔ ہندوستانی سیاست کے جزو و مد کا اثر بھی دوسرے
اداروں کی طرح پڑتا رہا لیکن یہاں کے طلباء نے ڈسپلن کی پوری پابندی
رکھی اور خلاف قانون تحریکات میں شرکت سے محترز رہے۔

بعد میں مسلم سیاست کی جو مختصر تاریخ جاری ہوئی اور اس ادارہ کے بانی
سر سید نے جن کی ذات گزشتہ صدی کے آخری تین ہزاروں میں
سیاسی محرکتی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی جداگانہ مستقل قومیت کا
جذیل اور اس کے قیام و استحکام کا جو جذبہ پیدا کیا کانگریس نے ہمیشہ

اس کی تحقیر اور اس کو فنا کرنے کی کوشش کی اور ان سیاستین نے مسئلہ
مسلم یونیورسٹی کو خاص جولا نگاہ بنالیا اور مختلف طریقوں سے کانگریسی
ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ یونیورسٹی کی انتظامی تعلیمی جماعتوں
میں بھی چونکہ انتہا پسند کانگریسی ذہنیت کے اصحاب داخل رہے ہیں اس
لئے یہ پروپاگنڈا کچھ نہ کچھ موثر ہوتا رہا اور زیادہ تیز اور ذہین طلباء زیادہ
مسحور ہو گئے اور ایک ایسی مختصر جماعت بھی بن گئی جس میں نہ صرف قومیت
بلکہ مذہب کے متعلق بھی نہروانی خیالات کا اثر غالب ہو گیا۔ ۱۹۳۵ء
تک یہ حالت تھی مگر اسی سال جدید قانون ہند کے دستوری مباحث و
نتائج بھی سامنے آئے اور شرمندہ علی جناح نے مسلمانوں کی سیاسی قیادت
کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور مسلمانوں کی جداگانہ مستقل قومیت کے بقا و
استحکام کے لئے ان کو معرکہ آرائی کرنی پڑی اور ان کی جدوجہد نے ڈیڑھ
دو سال کے عرصہ میں ہی سیاسی ذہنیت اور خیالات میں انقلاب و تغیر
پیدا کر دیا جس سے مسلم یونیورسٹی کے طلباء بھی متاثر ہوئے۔ شرمندہ
اس ادارے کے لئے نئے آدمی نہ تھے وہ ایم۔ اے۔ او کالج کی جماعت ٹرینیاں
میں شامل تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اخلاقی و مالی مدد کی تھی۔ یونیورسٹی کے
محاملات میں حصہ لیا تھا اور بارہا یونین میں تقریریں کی تھیں لیکن اب
۱۹۳۵ء میں تشریف آوری کی ایک خاص اور نئی شان تھی۔

وہ قائد اعظم کی حیثیت سے دہرہ دوری مسئلہ کو بجے صبح کی
ٹرین سے علی گڑہ تشریف لائے اسٹیشن پر یونیورسٹی طلباء اساتذہ

اٹھائیں اور اہل شہر کی طرف سے اعلیٰ پیمانے پر مشترک استقبال ہوا۔ پہلے شہر میں ایک طویل جلوس نکلا اور پھر صدر یونیورسٹی میں داخل ہوا اور طلبہ کے جلوس اور ٹانگ سکواڈ کے جلوس وائس چانسلر ڈاکٹر سفیاء الدین احمد کی قیام گاہ پر رونق افروز ہوئے جہاں یونیورسٹی اسٹاف اور عائد شہر کے ساتھ لے کھایا۔ چار بجے یونیورسٹی کی جانب سے وکٹوریہ گیٹ پر استقبال ہوا اور اسٹریچی ہال میں تکبیر اور زندہ باد کے نعروں میں تشریف لاکر تقریر کی جس میں زیادہ تر مسلمانوں کے باہم متحد ہونے پر تھا پھر مسلسل تین دن تک یونین میں اور مختلف سوسائٹیوں میں جلسے منعقد ہوئے۔ یونین پر طلباء نے ایک قرارداد پاس کر کے مسلم لیگ کا ہلالی پرسم لہرایا۔

یونیورسٹی کی تاریخ میں ایک سیاسی لیڈر کی پہلی وزٹ تھی جو شاہد شان و شوکت کے ساتھ ہی نہیں بلکہ دلی جوش و خروش کیساتھ اس طور پر ہوئی جو ہمیشہ یا دگار رہے گی۔

مسلم قومیت کے نقطہ نظر سے اس وزٹ کے نتیجے بھی بہت مفید ہوئے اور مسلم نوجوانوں کے اذہان میں قومی وطنی سیاست اور مسلمانوں کی متحدہ قومیت کا صحیح تخیل و تصور مستحکم ہونا شروع ہو گیا جو روز بہ روز قوی اور وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

جب سے ایم۔ اے۔ او کالج قائم ہوا اس کے اسٹریچی ہال میں بڑی بڑی شاندار خیر مقدمی اور علمی تقریریں ہوئیں لیکن سلسلہ میں ایک عسکری تقریب یونیورسٹیوں کی تقریبات میں ایک جدت تھی۔

سلسلہ میں جب لارڈ کچرن نے وزٹ کی ہے تو ان کے ایڈریس میں نواب حسن الملک نے تجویز کی تھی کہ کالج میں عسکری تربیت کا بھی انتظام کیا جائے لیکن اس وقت یہ تحریک اخباری بحث و مباحث سے آگے نہ بڑھ سکی البتہ جنگ عظیم کے بعد خود حکومت نے یونیورسٹیوں میں ٹریننگ کو جنٹلے اور سلسلہ میں یونیورسٹی میں بھی یہ یونٹی سی قائم ہوئی۔ اس کے بعد گزشتہ جنگ کے زمانہ میں بری ہوائی اور ایک حد تک بحری افواج کی تربیت کے لئے ایک میٹری کالج وجود پذیر ہوا۔

اس سلسلہ میں دسمبر ۱۹۴۷ء میں ایک نہایت زبردست فوجی تقریب ہوئی ایرکوڈ ور ہنز ہائٹس نواب محمد حمید اللہ خاں (بھوپال) جو اس ادارے کے مایہ ناز فرزند ہیں انگریزی اور امریکی افواج کے ہوائی بحری اور بری اعلیٰ افسروں کے ساتھ علی گڑھ رونق افروز ہوئے۔ یونیورسٹی کے ایرڈوروم پر فوجی استقبال کیا گیا اور اسٹریچی ہال میں جو حاضرین سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا اور جن میں اور بھی افسران فوج تھے، فوجی اسناد تقسیم کی گئیں۔ اس موقع پر ان اعلیٰ افسروں نے بھی تقریریں کیں اور پھر ایڑیاں تک وکٹاپ کاسنگ بنیاد نصب ہوا۔ اس تقریب کے علاوہ وقتاً فوقتاً طاہری فوجی افسران بھی یونیورسٹی میں عسکری تربیت کا ممانہ کرتے رہے وائس ایڈمرل بھی آئے جن کے ساتھ یونیورسٹی کے ڈو طلبہ متعلقہ افواج بحری اے۔ ڈی۔ سی تھے۔ وائس ایڈمرل نے بحری فوج میں داخلہ پر ایک حوصلہ افزا تقریر کی۔

یہ تو اس ادارہ کے قیام اور نشوونما اور مادی ترقی کا ایک نہایت ہی
بہل بیان ہے۔ اب اعلیٰ اسلامی اقدار اور کامیاب نتائج کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ
علی گڑھ کی تعلیم و تربیت نے قومی شیرازہ بنا دیا۔ وحدت ملی پیدا
کی۔ اختلاف عقائد کے تعصبات مٹائے۔ سنی شیعہ، مقلد غیر مقلد اور
دیگر فرق اسلام کی ایک ہی مسجد ہی اور ان میں اسلامی اخوت و مساوات
کا سب سے تازہ جو گیا۔

اس ادارہ کے فرزندانوں نے اسلامی ممالک سے صدیوں کا ٹوٹا ہوا
رشتہ جوڑا ان کے اوقات مسیبت میں اپنی ہمدردی و ایثار کی بے نظیر اور
موثر مثالیں پیش کیں۔ طرابلس و بلقان کی جنگ کے زمانہ میں مالی و جسمانی
طوس پر مدد کی اور جنگ و خلافت میں بڑی بڑی قربانیاں دیں جن کی بھلے
خود ایک تاریخ ہے۔

اس ادارہ نے ہزاروں غریب و نادار نوجوانوں کی تعلیم کے وسائل
ہیسا کر کے دنیا میں عزت و خود اعتمادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل
بنایا یہاں کے دانشور طالب علمی سے زندگی کے وسیع میدانوں میں بہ کثرت
ایسے نوجوان نکلے جنہوں نے متدین و سیاست تدریس مملکت اشاعت تعلیم
نشر علوم اور مختلف علوم و فنون میں شہرت حاصل کی انہوں نے ہی حیدر آباد
دکن میں جامعہ عثمانیہ کے قیام و استحکام سے اردو زبان میں ہر قسم کی فتنی اور
سائنسی تعلیم کا کامیاب تجربہ و نیل کے سامنے پیش کیا۔ تمام ملک میں اردو کی
تر و تاج تحفظ و بقا اور ترقی کے لئے انجمن ترقی اردو کو ادج و عروج پر پہنچایا۔

قوم میں تعلیم نسواں کے متعلق میداری پیدا کی اور عملی مثال کے لئے ایک
ابتدائی مدرسہ قائم کر کے اس کو اول درجہ کے کالج کی حیثیت تک ترقی دی۔
کالج اور یونیورسٹی کی وہ ترقیاں جو صحنات بالائے مذکور ہیں بہت کچھ
انہیں کی مساعی کا نتیجہ ہیں انہوں نے سیاسی و انتظامی اور کاروباری و
تجارتی اور فوجی زندگی کے دوسرے شعبوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔
وہ مرکزی و صوبائی حکومتوں میں اعتماد و ذمہ داری کے عہدوں پر مامور ہوئے
اور صوبوں اور ریاستوں کے انصرام امور کی اعلیٰ ترین ذمہ داریوں کے
حامل بنے اور کامیاب رہے۔

انہوں نے ہندوستانی و برطانوی سیاست میں اپنے قومی و ملی موقف
کو قائم رکھنے اور مضبوط بنانے کے لئے ہر طرح کی مشکلوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کیا
دستور ساز مجالس میں اپنی دماغی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے جوہر نمایاں کئے
تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے میں وہ قائد اعظم کے قوت بازو
ثابت ہوئے اور قائد اعظم کو جو تعلق مشاعرے سے اس ادارہ کے ساتھ
شروع ہوا وہ روز بروز وسیع اور مضبوط ہوتا چلا گیا۔

نئی نسل نے بھی اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اپنا حصہ ادا کرنے کی
کوشش جاری رکھی۔ انہوں نے اپنے ادارہ میں مسلم لیگ کی شاخ قائم کی
اور مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام سے غیر منقسم ہند کے نوجوانوں میں
ایک عزم ایک دلول اور ایک جوش پیدا کر دیا جا بجا اس کے جنگامی اور
سالانہ جلسے منعقد ہوتے رہے اور متعدد جلسوں کی صدارت خود قائد اعظم نے کی۔



انہوں نے مسئلہ کے مصیبت زدگان پیار کی ادار میں تقریباً نصف لاکھ
 ۱۰۰ لاکھ کی بصورت نقد جس ادارہ کی ان کی خدمات سیاسی میں بڑی قابل قدر
 خدمت بہترین و عمدہ ترین سیاسی لٹریچر کی اشاعت ہے جو بہ کثرت شائع
 ہوا اور اس سے دلہائے مسلمانوں کا صحیح سیاسی موقف سمجھا۔

قائد اعظم نے اپنی سیاسی زندگی میں ہمیشہ اس ادارہ کو امید کی نگاہوں
 سے دیکھا یہ بین کھپ کے پلیٹ فارم پر اپنی تقریروں سے اور مباحثوں
 میں شرکت کر کے طلباء کو صحیح سیاست کا توشہ دے دیا اور پھر مسئلہ
 میں جبکہ مسلم سیاست ایک اہم دور انقلاب میں داخل ہوئی تو اسی
 پلیٹ فارم پر صدر یونین کی تقریر خیر مقدم کے جواب میں یہ اعتراف کیا کہ
 "جس چیز نے مجھے ابھارا اور میرا دل بڑھایا ہے وہ پیغام امید

ہے کہ جو آپ نے اپنے نوجوان اداکین کی طرف سے بھی دیا، پھر وہ
 روح شباب ہے جو کہ آپ نے میری جان و دواں میں پھونکی؟
 پھر قائد اعظم نے یہ پانچ مسئلہ کو یونین میں تشریف لاکر سیاسی
 حالات پر ایک تقریر کی اور آخر میں کہا کہ

"میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں
 اور مسلم لیگ کے ساتھ مل کر کام کریں۔ ایک حکم اور مطبوعہ
 دیکھو وہ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہئے۔ اپنی قوم کی نظیر
 نہ رہا ہے کچھ اور اس کو آپ دیکھیں کہ جو گراں داری بنائی
 یہی قوم کا لہجہ ساتھ ہے، آپ کا، ان کے پرانے لہجہ

1. "You, Mr. President, have showered patron upon me. But
 what has really motivated me is the message of hope you
 have given me and the spirit of youth you have imparted to me."

2. "I appeal to you to put your shoulders together and work
 with the Muslim League. Stand firm as one solid block of steel.
 Go on organizing our people, training them, disciplining them.
 They are with us. Do not worry about handicaps, organize the
 Muslims, bring them all together. Train them, lead them and
 make of them the most wonderful political army that India has
 ever seen. And we will soon reach the goal of our freedom."

"Liberation is the demand of Muslim India and you are its first
 soldiers."

Excerpts from the speeches delivered by Quaid-e-Azam Muhammad
 Ali Jinnah at the Muslim University House on the sub-top floor
 at 11, Ma 11, 1947 and 11th March 1948

نہ ہوں۔ ہاں مسلمانوں کو منظم اور یکجہاں کریں اور فوجی قواعد کی
طرح پابند کار بنائیں۔ اس طرح آپ ان کو ایک ایسے حیرت
انگیز شکر سیاسی میں تبدیل کر لیں گے جسے چشم بند سے کبھی
بھی نہیں دیکھا۔ اس طرح ہم جیلہ تر آزادی کی منزل مقصود
پر پہنچ جائیں گے؟

ہنوز ایک جہینہ بھی نہ گذرنا تھا کہ ۲۳۔ پانچ کو مسلم لیگ کے اجلاس
منعقدہ لاہور میں پاکستان کی قرارداد منظور ہوئی اور تمام ملک کے مسلمانوں
کے دل کی آرزو بن گئی۔

۱۰۔ پانچ سالہ عرصہ کو پھر قائد اعظم علی گڑھ آئے اور یونین کے جلسے
میں تقریر کر کے قرارداد پاکستان پر روشنی ڈالی اور اس ضمن میں کہا کہ
"پس میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ تیاری کیجئے اور ہر آنے
والی ضرورت سے عہدہ برآ ہونے کے اہل بن جائیے۔ علی گڑھ
اسلامی ہند کا سلم خانہ ہے اور آپ لوگ بہترین سیاسی و بہت
میں نکل جائیے وہاں عامہ خلائق کو تعلیم دیکھئے اور ہر طرح سے
ترقی کرنے میں مدد بہم پہنچائیے اپنی قوم کے ہر فرد کو بتائیے کہ
ہماری منزل مقصود کیا ہے۔ بہت سے لوگ ان لاعلم لوگوں
کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہیں ہاں ان غریبوں کو اچھی طرح
سمجھا دیجئے پھر وہ اپنی منزل کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔"
حضرت! اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم روز بروز پیش از

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی

بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لاہوری کراچی



"Also what the Muslim League in India has been able to do would not have been possible without a Muslim University at Aligarh. It would never have otherwise come into power. Pakistan, the League and the grouping system in India will lead very soon to the construction of a great Muslim body in both East and West India. These are both results of the intellectual work done by the M.O.A. College and later by the Aligarh University."

Extract from the speech by H. R. H. the Aga Khan on 27th July 1946 at Morbasa in reply to the address of welcome by the East African Muslim Welfare Society.

میش توجہ تعمیری پروگرام کو دیں۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ موسم گرما کی تعطیلات کا زمانہ اس کام میں صرف کریں مثلاً توسیعی خواندگی معاشرتی اصلاحات۔ اقتصادی بہتری اور پہلے سے بڑھ کر سیاسی شعور اور عام لوگوں کو ضبط و تادیب کی تاکید۔ ہم ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلم آزاد ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے اور ہندوؤں کے مابین صلح و آشتی کا رشتہ قائم ہو اور ہم دونوں پر امن طریق سے ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہیں۔ اس ملک میں پائدار صلح اور امن و مسرت عامہ کی بحالی کا یہی واحد وسیلہ ہے مجھے قابل اعتبار ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف حکومت بلکہ کانگریس کے ذمہ دار حلقوں میں بھی ہماری تہذیب پاکستان پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے۔ پس آئیے اور اپنی منزل مقصود کی طرف قدم بڑھائیے۔ وقت آ رہا ہے اور جب آپ واقعی تیار ہوں گے تو میں بتاؤں گا کہ اب آپ کیا کریں؟

تو جوان طلباء نے بھی ہر سیاسی مرحلہ پر اس پیغام امید کو عملی صورت میں نمایاں کیا اور اس اپیل کی دل سے اور اپنے قول و فعل سے تائید کی۔ مرکزی حکومت کے آخری انتخابات میں انھوں نے بے مثل ایثار انہماک تحمل مصائب اور عزم و خلوص سے جدوجہد کی اور کامیاب ہوئے اور جب پاکستان کی تخلیق ہو گئی تو اسی ادارے کے تعلیم یافتہ اس کے استحکام و ترقی کے ضامن بنے۔

آج گورنر جنرل پاکستان مرکز اور صوبوں کے وزیر اعظم اور دیگر وزراء
گورنر اسٹیٹ بینک گورنر پنجاب اور بہت سے انتظامی و سفارتی اور تعلیمی
عہدہ دار ہی نہیں بلکہ معمولی سردسوں کے نمبر بھی اسی کان کے جواہر ہیں اور نہ
صرف سول سردس میں بلکہ فوج میں بھی ان کی آب و تاب ہے۔ اگر گورنر جنرل
(ہنر اکیلیسی خواجہ ناظم الدین) دور کا لچ کے نمائندہ ہیں تو سپہ سالار افواج
پاکستان جنرل ایوب خاں یونیورسٹی کے زمانہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔
اس کے علاوہ ملک کی تمدنی، تجارتی تعلیمی اور ثقافتی زندگی میں بھی انھوں
نے بڑا حصہ لیا ہے غرض پاکستان کے وہ انجینئر ہیں اور وہی مزدور، اور وہ ہی
اس کے مستقبل اور اس کی خوش حالی کے ضامن۔

مگر وہ ادارہ جو ان جواہر کا معدن ہو اب اہل پاکستان کے لئے ایک
خیال ہے اور خواب اور یہ چند اوراق اس کی عظمت ماضی کا افسانہ۔

یا
ان کو ایک ایسا کتاب سنگ مزار کہنا چاہیے جو کسی جلیل الشان محبوب
ہستی کے مرقدر نصب کیا جانا ہے۔

محمد امین زبیری (سابق ہتھ تیار بھوپال)

لے مولف کا قدیم وطن مارہرہ متصل علی گڑھ ہے مگر اب کراچی ہے اور پاک

ذخیرہ کتب:- محمد احمد ترازوی

بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لاہوری کراچی

ذخیرہ کتب: محمد احمد ترازوی

بشکریہ جناب زبیر صاحب بیدل لاہوری کراچی

